# چین کا حق تنسیخ اور بنگلہ دیش

(از مولانا محمد ابرار حسین صاحب فاروقی گوپاموی)

زیر نظر مقالہ اگرچہ ایک وقتی مسئلہ "چین کا حق تنسیخ اور بنگلہ دیش" کے عنوان پر ہے مگر چونکہ اس مقالہ میں جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم ثانی کے اسباب وعلل اور ان کے نتیجہ میں عرب ممالک، ترکی اور دوسرے اسلامی ملکوں کی تقسیم نیز مرحوم لیگ آف نیشنز اور موجودہ اقوام متحدہ کے قیام و کارناموں پر مکمل تبصرہ بھی ہے جس کو قارئین برہان کی دلچسپی کے پیش نظر شائع کیا جا رہا ہے (برہان)

حکومت چین نے ۲۱ سال یو۔ این۔ او انجمن اقوام متحدہ کی ممبری سے محروم رہنے کے بعد بعض اس کے مخلصین اور ہوا خواہوں کی پیہم جدوجہد سے جس میں سرفہرست جمہوریہ ہند ہے بھرپور داخلہ کے صلہ میں اپنا ہتھیار "تنسیخ" پہلی ہی نشست میں اس تحتی براعظم کے ایک نو آزاد ملک "بنگلہ دیش" کے خلاف ناقابل تسلیم دلائل کے ساتھ۔ بربنار مخالفت ہوا خواہ قدیم استعمال کر کے اور اسی "بنگلہ دیش" کو جس کی آبادی ساڑھے سات کروڑ ہے اور جو مسلم اکثریت کا گہوارہ ہے اور جس کو اقوام متحدہ کے (۱۳۳) ممبر حکومتوں میں سے کم و بیش (۹۹) بڑی چھوٹی حکومتوں نے تسلیم کر لیا ہے (جس میں چار بڑے مستقل ممبر بھی شامل ہیں) ممبری سے محروم کر کے اپنی (۲۱) سالہ محرومی کا گویا بدلہ لے لیا ہے۔ اس کے لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

برایں عقل و دانش بہ باید گریست

چین کے اس تنسیخی حربہ پر تبصرہ سے پہلے یہ ضروری ہے کہ پچھلی دونوں عالمی جنگوں کی مختصر تر تاریخ لکھدی جائے تاکہ ناظرین کے نہ صرف حافظہ کا احیاء ہو جائے بلکہ اس "حق تنسیخ" کا تاریخی پس منظر بھی واضح ہو جائے۔

۱۸-۱۹۱۴ء اور پھر ۴۵-۱۹۳۹ء کی دونوں عالمی جنگوں کے بانی جرمنی قوم کے بربریت پسند افراد تھے۔ پہلی عالمی جنگ (محض شاہنشاہیت کی ہوس میں) قیصر ولیم نے لڑی جس نے لاکھوں جانوں کا خون بہاکر اور ہزیمت کے بعد جلا وطن ہو کر اپنے پڑوسی ملک ہالینڈ میں جاکر پناہ لی اور اس طرح سے موت کے چنگل سے وقتی طور پر بچ گیا۔ کامیاب، پرغرور اور فتح کے نشہ میں چور اتحادیوں نے ایک انجمن بنام "لیگ آف نیشن" ایجاد کردی اور اس کا مستقر لندن ٹھہرایا۔ اس انجمن کی تشکیل اور اصلی مقصد پر جو مختصر تر تبصرہ سر اقبال مرحوم نے فرمایا وہ انجمن کے آئین اور مقصد کی واضح تر تصویر ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

انجمن اقوام کی کارروائیاں اتحادیوں کے ظلم وستم اور لوٹ کھسوٹ کی آئینہ دار ہیں جس کی تفصیل لاحاصل ہے۔ کون نہیں جانتا کہ "انجمن اقوام" کا اصلی نام لائڈ جارج تھا جو نہ صرف "برطانیہ عظمیٰ" کا وزیراعظم تھا بلکہ اقوام متحدہ کا وہ "قائد اعظم" بھی تھا کیونکہ دوسرے جتنے بھی ممبر تھے وہ اس کے خوشہ چین اور کاسہ لیس تھے۔ امریکی صدر مسٹر ولسن کے پیش کردہ (۱۴) اصول دریا برد ہو گئے اور مسٹر ولسن جو گویا شریک کار تھے باحسرت ویاس اپنے ملک کو سدھار گئے اب رہا روس وہ بالشوک ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ بخایت باہر تھا۔ اس وقت کا چین جو سابق صدر سن یٹ سن کے ساڑھو چیانگ کائی شیک کی ملکیت یا صدارت میں بے چینی کی زندگی گذار رہا تھا اور جہاں (۱۲۵) چینی ڈالر میں ناشتہ ملتا تھا اور جہاں فاقہ کشوں کی لاشیں سڑکوں پر پڑی رہتی تھیں جن کو کوئی نہیں پوچھتا تھا۔ ایسے چین کا عدم وجود برابر تھا۔

لہٰذا لائڈ جارج اور ان کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ لارڈ بلفور سہ تن انجمن اتوام تھے اور اپنے حرکات مذبوحی سے وقتی طور پر آدھی دنیا کے مالک ہو گئے تھے۔ امریکہ چونکہ برطانوی پالیسیوں یا جوع الارضی کی اسکیموں کا ساتھ نہ دے سکا اس لئے وہ اپنے (۱۴) اصولوں کا پشتارہ لے کر یورپ کی سیاست سے کنارہ کش ہو گیا۔ اب مرد میدان صرف مسٹر لائڈ جارج تھے جو خود ہی "لیگ آف نیشن" تھے اس لئے امن کانفرنسوں میں وہی سیاہ و سفید کے مالک تھے۔

بہرحال "تقسیم قبور" کا کام شروع ہو گیا۔ جس کا نشانہ افریقہ اور ایشیا کے ملک بنے۔ جو بیشتر مسلمان یا بالفاظ معروف اسلامی ملک تھے۔ اس تقسیم اور قبضہ کا نام حمایت یا حفاظت (PROTECTORATE یا MANDATE) رکھا گیا۔ غرضکہ شام اور شمالی (یعنی مغربی) افریقہ کے بعض ملک فرانس کے حوالے گئے۔ مصر، فلسطین، عراق اور مشرقی افریقہ کے جرمنی مقبوضات برطانیہ کے حصہ میں آئے۔ اسی طرح دوسری سفید فام حکومتوں کو تھوڑا بہت حصہ دے کر نوازا گیا۔

فلسطین چونکہ لارڈ النبی نے امیر فیصل (بعد میں شاہ فیصل مرحوم) کی مدد سے فتح کیا تھا اس لئے اس نے بحیثیت فاتح کے "بیت المقدس" کو اپنا صدر مقام بنایا۔ ۱۹۲۰ء میں جب میں مصر سے بغرض زیارت بیت المقدس پہونچا تو مسلمانوں اور یہودیوں کا بیت المقدس کی تاریخ میں خونی معرکہ اس سرزمین حرم میں دیکھا جو اس قسم کے فسادوں سے ہمیشہ پاک رہا۔ فی الحقیقت یہ بلفور اعلان "یہودی وطن" کا شاخسانہ یا صیہونی جمہوریت کا دیباچہ تھا۔ جو اب حکومت اسرائیل کے نام سے مشہور ہے۔ اور جو کچھ عربوں کے ساتھ کر رہی ہے وہ دنیا پر روشن ہے۔

یہ وہ وقت تھا کہ شام کے شہر دمشق میں بیٹھ کر امیر فیصل مرحوم نے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تھا اور دوسری طرف بیروت میں فرانسیسی فوجیں بر بناء مفروضہ لیگی "حمایت" اتر چکی تھیں۔ اس کے جنرل نے شاہ فیصل کو نوٹس دیا کہ ۲۴ گھنٹے کے اندر ملک چھوڑ دو۔ اور یہ دھمکی دی

کہ میعاد گزرنے کے بعد فوجی کاروائی شروع کردی جائے گی۔ امیر فیصل نے اس نوٹس اور دھمکی سے اپنے مربی لائڈ جارج کو اطلاع دی جس نے اطاعت کی نصیحت کر کے ان کو اپنے پاس بلالیا۔ اور وہ اپنی بنائی ہوئی کابینہ کے ممبروں کو فرانسیس بہیمیت کے بھینٹ چڑھا کر فوراً پیرس اس کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوگئے جو لائڈ جارج کے آغوش کا دوسرا نام تھا۔ بہرحال شام تو ضرور فوجی معرکوں سے بچ گیا مگر ارض مقدس میں خونریزی سے یہودیوں نے گریز نہ کیا اور مسلمانوں کا خون بہا کر اپنی صہیونی اسکیم کی بنیاد ڈال دی۔

اس کے بعد ترکی سلطنت کی باری آئی جس پر انگریزوں کا بنام اتحادی قبضہ تھا جس کی قیادت انگریزی جنرل ہیرنگٹن کر رہا تھا۔ اس مجبور اور مقہور سلطنت کے اس طرح سے ٹکڑے پارچے کئے گئے کہ تھریس معہ سالونیکا اور ایشیاء کوچک کا ساحلی شہر سمرنا (ازمیر) یونان کو بخشا گیا۔ کچھ اس کے ساحلی شہر اور علاقے فرانس اور اٹلی کو بخشے گئے۔ قسطنطنیہ در ولبست اور درہ دانیال معہ آبنائے باسفورس انگریزوں کی جاگیر میں رہے۔ درہ دانیال کے فوجی استحکامات بقول حکومت برطانیہ ڈھا دئے گئے۔ لیکن بقول ایک ترکی فوجی اعلا افسر کے جس نے مجھ سے بحالت قید کہا تھا کہ جبد ہاں چند برکیں تھیں وہ ڈھائی گئی ہوں گی ورنہ قدرتی استحکامات کو کون ڈھا سکتا ہے جو درہ دانیال کی خصوصیت ہے۔ بہرحال آبنائے باسفورس انگریزی جنگی بیڑے کی آماجگاہ بن گیا۔ خلیفہ وحید الدین دار الخلافہ میں انگریزوں کی قید میں تھے۔ "معاہدہ سیورے" کے نام سے "مردبیمار" کے خاتمہ کے لئے (جو ترکی حکومت کو نام دیا گیا تھا) جو کچھ کرنا تھا وہ سب کیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ "مردبیمار" اب ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ لیکن بقولیکہ جس کو خدا رکھے اس کو کون چکھے وہ "مردبیمار" نہ ختم ہونا تھا نہ ہوا۔ اس کے علاوہ لاکھوں ترکی قیدی جو انگریزی دھوکے اور فریب کا شکار ہو کر ۱۹۱۸ء میں بالخصوص شامی محاذ پر بھیڑ بکریوں کی طرح سے پکڑے گئے تھے۔ وہ قیدی برسوں سے مختلف ملکوں میں کیمپوں کی زندگی گزار رہے تھے۔ جو قید سے بچ گئے تھے وہ انور پاشا، جمال پاشا، ناظم پاشا، نوری پاشا اور کمال پاشا تھے۔ ان میں سے انور پاشا اور جمال پاشا

انگریزوں کی سازش کے شکار ہوئے۔ انور پاشا بالشویک سے مقابلہ کرتے ہوئے افغانستان اور خراسان کی سرحد پر شہید ہوگئے۔ جمال پاشا طفلس (تفقار) کے ایک ہوٹل میں شہید کئے گئے۔ توری پاشا اور ناظم پاشا ایشیائے کوچک میں مخفی طور پر زندگی کے دن پورے کر رہے تھے۔ کمال پاشا قسطنطنیہ میں گویا نظر بند تھے۔ آخر میں انھیں کی سعی پیہم نے عصمت پاشا انونو کی معیت میں انگریزوں کی حماقت مذہبی اور سیاسی کا ہمیشہ کیلئے جنازہ اٹھ گیا اور مرد بیمار مرد آہن بن گیا اب کمال پاشا نہیں تھا بلکہ اتاترک تھا اور جماعت احرار کا سردار۔ آخر کار "لوزان کانفرنس" کا اعلان ہوا۔ جس میں مرد آہن کو طلب کیا گیا۔ برطانیہ کی قیادت ہندوستان کے پرانے بدنام گورنر جنرل لارڈ کرزن بحیثیت وزیر خارجہ برطانیہ کر رہا تھا اور "مرد آہن" کی قیادت جنگ سقاریہ کا ہیرو۔ عصمت باعظمت اتاترک کا دست راست کر رہا تھا۔ عصمت باعظمت نے کانفرنس میں لارڈ کرزن کو زیر کر کے "معاہدہ سیورے" کو دفن کیا اور نئے معاہدے نے جنم لیا۔ اس طرح مرد بیمار نے مرد آہن بنکر دنیا پر اپنے جبروت، اپنی طاقت، اپنی سیاست اور اپنی کیاست کا سکہ بٹھا دیا۔ برسوں کے ترکی جنگی قیدی جو مختلف ملکوں کے کیمپوں میں تھے رہا ہوئے اور اپنے ملک میں آکر کاموں میں مصروف ہو گئے۔ خلیفہ وحید الدین انگریزوں کی سرپرستی میں قسطنطنیہ سے چلے گئے۔ کچھ دنوں کے لئے سلطان عبدالمجید خلافت کی مسند پر رہے۔ لیکن ترکی قومی پارلیمنٹ نے ان کو بھی معزول کر دیا اور وہ یورپ چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹۴۸ء میں ان کا جسد خاکی ان کی بیٹی شہزادی درشہوار نے اپنے خسر نظام میر عثمان علی خاں کی منظوری اور اجازت سے خلد آباد (اورنگ آباد۔ دکن) میں لاکر دفن کیا۔ جہاں مقبرہ بہت پہلے تیار ہو چکا تھا۔ غرضکہ اب وہاں نہ خلافت رہی نہ خلیفہ رہا بلکہ وہاں جمہوریت تھی جس کے صدر کمال اتاترک اور وزیر اعظم عصمت انونو تھے۔ حکومت کا مستقر ایشیائے کوچک کا قدیم مشہور شہر انقرہ قرار پایا اور قسطنطنیہ یا استنبول ایک صوبہ کا مستقر ہو گیا جس کے پہلے گورنر عدنان بے ہوئے۔ احرار نے کس طرح قسطنطنیہ کو فتح کیا ایک معمہ ہی رہا۔ اس راز کو سلطنت خداداد افغانستان کے پہلے قونصل جنرل حیدر خاں نے جبل الطارق

پر ظاہر فرمایا تھا۔

بہرحال لیگ آف نیشن (انجمن برائے تقسیم قبور) اب بے جان ہو چکی تھی جس نے اسی طرح سے ۱۷ سال زندگی گذاردی کیونکہ قبروں کے "مردوں" نے اپنی دوبارہ زندگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے حامیوں کا خواب وخور حرام کردیا تھا۔ یہ تھا پہلی عالمی جنگ کا اثر جو دنیا کے نقشہ میں تقسیم اور منافقانہ "حمایت یا حفاظت" کی شکل میں نمودار ہوا تھا۔ اس کو آزادی کی لہر نے تہس نہس کر کے مردہ قوموں کو نشاۃ ثانیہ سے نوازا۔

نشاۃ ثانیہ کا یہ ہیجان جاری ہی تھا کہ آخر سال ۱۹۳۹ء میں جرمن قوم کا ایک معمولی فرد سورما بن کر اٹھا جس کو قوم نے فیوہرر کا لقب دیکر اس کا خیر مقدم کیا۔ اور جس نے ڈکٹیٹر کا چولا اختیار کر کے سب سے پہلے جمہوریت کو برخاست کیا اس کے بعد قومی سکہ "مارک" کو سونے کے سکے میں بدل دیا۔ جس کی قیمت جمہوریت کے عہد میں بجائے ۱۲ مارک فی پاونڈ کے کم وبیش ۱۰ لاکھ فی پاؤنڈ ہو گئی تھی اور جس کی وجہ سے ملک کی معاشیات تہ وبالا تھیں۔

غرضکہ اس مطلق العنان آمر یا ڈکٹیٹر نے "نازی" جماعت بنا کر ہر فرد قوم کو نازی بنا دیا اور فوجی وردی پہنادی اور اپنے ارادۂ فتح عالم کو پورا کرنے کے لئے دنیا کو زیر وزبر کرنا شروع کردیا۔ ابھی اس نے قدم اٹھایا ہی تھا کہ برطانیہ کے صلح جو وزیر اعظم مسٹر چمبرلین نے بھرپور کوشش کی کہ نازی آگ کے شعلے بھڑکنے نہ پائیں لیکن کامیابی نہ ہوئی اور یہ شعلے اپنا کام کرنے لگے۔ آخر کار مسٹر چمبرلین نے کرسی وزارت چھوڑ دی اور مسٹر چرچل نے وہ کرسی سنبھال جن کا نہ صرف یہ پختہ عقیدہ تھا کہ انگریزوں اور اتحادیوں کی فتح ضرور ہو گی بلکہ ان کا فتح کے بعد یہ بھی اعلان تھا کہ

"برطانیہ اپنی شہنشاہیت سے دستبردار نہیں ہو سکتا ہے"

یہ ہندوستان کی غلامی کی طرف اشارہ تھا جس کو وہ برطانیہ کی دائمی جاگیر سمجھ رہا تھا۔ بہرحال ۱۹۴۵ء یعنی ۵ برس تک نازی آگ نے وہ آفت مچائی کہ بقول ایک قدیم شاعر کے:

قیامت مچانے لگا کرتنائے فلک یہ پکارا کہ خالق بچائے

غرضیکہ پانچ برس اس آگ نے وہ کیا کہ پچھلی جنگی بربریتیں سب ماند پڑگئیں۔ اس وقت کی دنیا میں لوگوں کی زبانوں پر دو ہی نام ہٹلر اور اس کے کاسہ لیس مسولونی ہی کے تھے جن کی حرکات مذبوحی اور فاتحانہ حرصوں نے مخلوق کی زندگی دوبھر کردی تھی اور وہ قیامت مچائی جس کے خیال سے رونگٹے کانپتے ہیں۔ بہرحال خالق نے مخلوق کی یا بقول شاعر فلک کی پکار سن لی۔ اور ان دونوں درندوں کو ختم کیا، ہٹلر نے خودسوزی سے خودکشی کرلی اور مسولونی مارا گیا اور اس طرح اس خونی ڈرامہ یا دور کا خاتمہ ہوا۔ اتحادیوں نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنی فتح کے شادیانے بجائے اور جشن منائے۔ لیکن اب فتح کے نشہ نے جنم لیا۔ جس نشہ میں اب انہوں نے ملکوں کی تقسیم کا بیڑا دوسری شکل میں اٹھایا۔ لیگ آف نیشن دفن ہوچکی تھی۔ لہٰذا امریکہ کے مشورے سے ایک دوسری تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی جس کا نام یو۔ این۔ او (انجمن اقوام متحدہ) رکھا گیا اور بجائے لندن کے امریکہ کا سب سے بڑا شہر نیویارک اس کا صدر مقام قرار پایا۔ اس یو۔ این۔ او کے دو حصے کئے گئے۔ ایک کا نام جنرل اسمبلی (عام مجلس) اور دوسرے حصے کا نام سیکورٹی کونسل [مجلس صیانت (تحفظ)] رکھا گیا۔ یہ گویا کہ جنرل اسمبلی کی مجلس عاملہ تھی اور ہے۔ جس کے ۵ ممبر اس طرح سے قرار پائے کہ پانچ بڑے ممبر (برطانیہ، روس، فرانس، امریکہ اور چین) مستقل اور دائمی ممبر قرار پائے باقی دوسرے ممبر خودمختار اور آزاد ممالک کے نمائندے ہوتے ہیں اور جنرل اسمبلی کے ممبران کو سیکورٹی کونسل کیا بلکہ ۵ مستقل ممبر اس شرط اور قید کے ساتھ منتخب کرتے ہیں کہ پانچوں ممبر متفق ہوں۔ انجمن کے آئین میں یہ نئے قسم کی دفعہ رکھی گئی ہے کہ مستقل ۵ ممبروں میں سے ایک ممبر کو حق تنسیخ (ویٹو) دیا گیا ہے۔ مجلس کی اکثریت خواہ کچھ کہے وہ بے اثر ہے گویا ایک ممبر مستقل ڈکٹیٹری کرتا ہے۔ اس دوسری عالمی جنگ کا بعض اعتبار سے نتیجہ اچھا نکلا۔ یعنی جو ایشیا اور افریقہ کے ملک فرنگی حکومتوں کے پنجہ میں رہ کر مظالم کے شکار تھے وہ اپنی جدوجہد سے

آزاد ہو گئے اور اس طرح سے نو آبادیاتی نظام کا آخر کار جنازہ نکل گیا اور فرنگیوں کی چودھراہٹ ختم ہو گئی۔

لیکن امریکہ اور برطانیہ کی سازش نے عربوں بلکہ جملہ مسلمانوں کی مقدس سرزمین پر ایک دوسرا کھیل کھیلا اور اس سرزمین پر بالفور کا اعلان کردہ "یہودی وطن" اس طرح سے بنا دیا کہ امریکہ کے سرمایہ دار یہودیوں کو وہاں لاکر بسا دیا گیا اور ان کی حکومت وہاں قائم کردی گئی جس کا نام "حکومت اسرائیل" ہے۔ عربوں کو بے خانماں کیا گیا جو اب تک لاکھوں کی تعداد میں مختلف عرب ممالک میں پناہ گزینی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب یہ ناجائز حکومت سرزمین مقدس پر قائم کی گئی جس کے وہ کسی حالت میں حقدار نہیں تھے اور اس وقت عرب ممالک نے متحدہ محاذ قائم کر کے ان غاصبین کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا جن کی پشت پناہی ہر طرح سے امریکہ کر رہا تھا۔ میں اس زمانے میں مصر میں موجود تھا، جو گویا متحدہ محاذ کا مرکز تھا۔ میں نے ناکامیاب جنگ کی وہاں رہ کر کچھ جھلکیاں دیکھی ہیں۔ عوام کا جوش و خروش بھی دیکھا اور متقدر لوگوں سے کچھ بات چیت بھی ہوئی۔ بہرحال شاہ فاروق معزول و مرحوم کی عیاشانہ اور خود غرضانہ زندگی نے اس کو یکسر ناکام بنا دیا۔ اسرائیل کے قدم جم گئے بلکہ امریکہ کی کھلم کھلا مالی اور جنگی مدد سے اسرائیل کے نہ صرف حوصلے بڑھے بلکہ اس کی توسیعی اسکیمیں بھی کامیاب ہوئیں اور ہو رہی ہیں حتیٰ کہ بیت المقدس بھی اب اسی کے زیر نگیں ہے۔ اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ۔ آمین۔

اس دوسری عالمی جنگ نے دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا۔ یورپ کے نقشہ پر تقسیم کے طفیل نئی حکومتیں نمودار ہو گئیں مثلاً دو جرمنی ہو گئے۔ سرویا اور مانٹی نگرو صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ یوگوسلاویہ اور زیکوسلواکیہ پیدا ہو گئے۔ دو آسٹریا ہو گئے۔ ایک ہنگری اور ایک آسٹریا امریکہ سے کیسا الگ ہو کر آزاد ہو گیا۔ ایشیا میں دو کوریا (جنوبی اور شمالی) ہو گئے

(شمالی اور جنوبی) ہو گئے ۔ دو چین ہو گئے ۔ ایک زیر سرپرستی امریکہ چیانگ کائی شیک کا چین بنام (فارموسا جزیرہ) دوسرا کمیونسٹ چین جس کے سربراہ ماؤزے تنگ ۔ صدر اور وزیر اعظم چاؤ این لائی ہیں ۔ دو ہندوستان ہوئے ایک پاکستان بنا (جس کے دو حصے ہوئے یعنی ایک مغربی پاکستان اور دوسرا مشرقی پاکستان) اور دوسرا متحدہ جمہوریہ ہندستان ۔ دو کشمیر ہو گئے (اسی سلسلہ میں دو پنجاب مشرقی اور مغربی ہوئے اور دو بنگال مغربی اور مشرقی ہوئے) بہرحال اس دوسری عالمی جنگ نے "دو" کا ہندسہ اس قدر دہرایا کہ ہر چھوٹے بڑے ملک اس کے شکار ہوئے اور خدا جانے یہ "دو در دوئی" کب تک جاری رہے گا ۔ اس کو مستقبل ہی بتائے گا ۔

**بنگلہ دیش کی آزاد حکومت**

۱۹۷۰ء میں جنرل یحییٰ خاں ۔ چھٹے سربراہ اور تیسرے فوجی ڈکٹیٹر اور خودساختہ صدر بے آئین مملکت پاکستان کے کرم نا ظلم نے ۔ بقول کسے

خدا شرے برانگیزد کہ خیرے ما دراں باشد

ایک ہزار میل دور ملک کی راجدھانی سے مشرقی پاکستان کو "بنگلہ دیش" بنا کر دنیا میں دوسری سب سے بڑی مسلمانی یا اسلامی آزاد حکومت کی وہ بنیاد ڈالی جس کی پیشین گوئی بقول ایک نامہ نگار کے آج سے ۲۴ سال قبل لارڈ ماونٹ بیٹن نے اپنی گورنر جنرلی کے زمانہ میں مسٹر جناح سے گفتگو کرتے ہوئے اور تقسیم ملک سے باز رہنے کا مشورہ دیتے ہوئے اس طرح سے کی تھی :

مشرق و مغرب کے یہ دو پاکستانی خطے جو ایک دوسرے سے
ایک ہزار میل دور ہیں اور جس کے لئے کوئی زمینی راستہ نہیں
ہے ۲۵ سال بھی نہیں رہ سکتے ہیں ۔

اس راوی کا بیان صحیح ہو یا نہ ہو لیکن حقیقت یونہی تھی ۔ جس کو نادر شاہی جنرل نے طنازی شاہی جنرل کے قول کو پورا کر کے دکھایا اور اپنے لاثانی "ظلم و ستم" سے مشرقی حصہ پاکستان کو بنگلہ دیش کی شکل دیدی جو اپنی آزادی اور خود مختاری کو دنیا سے منوا رہا ہے ۔ چنانچہ اب تک تقریبا

۹۹ ملکوں نے اس کی آزادی کو تسلیم کر لیا ہے جن میں بڑے ملک ہندوستان، روس، برطانیہ فرانس اور امریکہ شامل ہیں۔ البتہ بنگلہ دیش کو مولانا بھاشانی کے محبوب چین نے اس لئے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا یا کم از کم سردست گریز کیا کہ اس کو سیکورٹی کونسل (مجلس تحفظ) میں جس کا وہ نیا نیا ممبر ہوا ہے اپنے اختیار ویٹو (حق تنسیخ) کا تجربہ یا مظاہرہ کرنا تھا۔

**بنگلہ دیش اور چین کا ویٹو (حق تنسیخ)**

اگست ۱۹۷۲ء میں جب بنگلہ دیش کی طرف سے یو۔این۔ او میں ممبری کے لئے درخواست پیش کی گئی تو چونکہ آئین کے اعتبار سے سیکورٹی کونسل کی منظوری ضروری تھی لہذا بعد بحث و تمحیص اس کو اس میں بھیجدیا گیا اس کے سب ممبر کم و بیش وہی تھے (سوائے چین کے) جو اس کی خود مختاری کو تسلیم کر چکے تھے لیکن اس منظوری کا دار و مدار صرف پانچ بڑے ممبروں کی متفقہ مرضی پر تھا باقی ماندہ ممبر تو صرف کہنے کے لئے ہیں۔ آئین کی یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ ایک مستقل ممبر اگر "نہیں" کہدے تو سب مستقل ممبر "نہیں" کے ہی پابند ہونے پر مجبور ہوتے ہیں۔ امریکہ مستقل ممبر کی حیثیت سے محض اپنے پٹھو چیانگ کائی شیک کی ہمدردی میں ۲۱ سال تک کمیونسٹ چین کے خلاف یہی تنسیخی کھیل کھیلتا رہا۔ ۲۱ سال کے بعد جب سمجھوتہ ہو گیا تو چیانگ کائی شیک بیک بینی و دو گوش اس اہم خدمت سے بیدخل کئے گئے اور کمیونسٹ چین کو یہ عزت بخشی گئی جس نے پہلی ہی نشست میں بنگلہ دیش کے خلاف حق تنسیخ استعمال کر کے (امریکہ وا داختیار) کی آزمائش کی۔ جو پوچ اور لاطائل دلیلیں چینی ممبر نے اپنے حقِ تنسیخ کی پشت پناہی اور ثبوت میں پیش کیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

"اب تک ہندوستانی فوجیں بنگلہ دیش میں موجود ہیں اور
پاکستانی جنگی قیدی اب تک رہا نہیں کئے گئے وغیرہ وغیرہ"

جن تقریباً ۹۹ ملکوں نے بنگلہ دیش کی آزادی کو تسلیم کیا ہے وہ اس قدر بے بصارت اور بے بصیرت تھے کہ ان باتوں کو سمجھے بغیر جو چین کے ہی سمجھ میں آئیں اس کی آزادی کو تسلیم

کرلیا۔ دنیا اس کو اچھی طرح سے جانتی ہے کہ اُس وقت ہندوستان کی فوجیں واپس آچکی تھیں کوئی سپاہی تو کیا کوئی فوجی ماہر بھی وہاں نہیں تھا۔ آج دنیا ہندوستان کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کے اس طریق کار اور دانشمندانہ وجرأتمندانہ اقدام پر انگشت بدنداں ہے جو انھوں نے تاریخ مقررہ سے قبل ہی اپنی امدادی فوج کو بنگلہ دیش سے واپس بلالیا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جنرل یحییٰ خاں کے ہندوستان پر بے وجہ حملہ کا یہ لاثانی جواب دیا کہ یکطرفہ جنگ بندی کا اعلان کردیا۔ یہ وہ اعمال ہیں جو ہندوستان کے مخلصانہ رویہ کے آئینہ دار ہیں اور دنیائے سیاست میں حیرت انگیز اور نئے قسم کے ہیں۔ اب رہا قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ اس کے لئے چین کو بین الاقوامی قانون کا کم از کم مطالعہ کرلینا چاہیئے تھا کیونکہ جنگی قیدی اس وقت تک رہا نہیں کئے جاسکتے جب تک کہ فریقین میں معاہدۂ امن نہ ہوجائے اور ہنگامی حالات ختم نہ ہوجائیں۔ بہرحال جہاں تک جنگی قیدیوں کی رہائی کا تعلق ہے وہ پاکستان اور ہندوستان کے مابین ہے چین کو اس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں نے ایک حد تک دوستانہ فضا قائم کرلی ہے اور دائمی مصالحت کی گفتگو جاری ہے جو اپنے وقت پر ہوجائے گی اور سب پیچیدگیاں ایک ایک کرکے دور ہوجائیں گی اور تینوں ہمسایہ ملک امن وچین کی زندگی گذارنے لگیں گے۔

چین کے اس بے جا عمل نے قانون داں طبقہ کو یو۔ این۔ او کے اس آئینی سقم کی طرف متوجہ کردیا ہے جس میں آمرانہ پہلو نمایاں ہے جس کے ذریعہ سے سیکورٹی کونسل کے صرف پانچ مستقل ممبروں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انفرادی طور پر کسی ملک کو منظور یا نامنظور کردیں۔ اس لئے بعض قانونی ماہرین کی یہ رائے غلط نہیں ہے کہ یو۔ این۔ او کا آئین تبدیلی یا جزوی ترمیم کا مقتضی ہے تاکہ یہ آمرانہ طریق موقوف ہو اور صرف جنرل اسمبلی کو منظوری یا نامنظوری کا اختیار ہو بشرطیکہ ممبروں کی اکثریت اس کو منظور کرے ورنہ اس آمرانہ طریق سے نہ یو۔ این۔ او کا کچھ مفہوم رہتا ہے اور نہ جنرل اسمبلی کا۔

حال ہی میں جودھپور یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے چین کے اس حق تنسیخ پر تبصرہ کرتے ہوئے اسی آئین کی اس مخصوص دفعہ کا حوالہ دیتے ہوئے جس نے گویا حق تنسیخ کی تخلیق کی ہے ترمیم کا مشورہ دیا ہے کہ یو۔این۔او میں اصولِ اکثریت کارفرما ہو جس مقصد کیلئے اس کی تشکیل کی گئی ہے۔

بہرحال بنگلہ دیش اس معاندانہ عمل سے دل برداشتہ نہیں ہوسکتا ہے اور نہ اس کی آزادی پر یہ اثر انداز ہوسکتا ہے البتہ اس عمل سے اس کی خواہش ممبری کو ضرور دھکا لگا جس کا احساس دنیا کی سبھی حکومتوں کو ہے۔ اس کے تسلیم کرنے والے اسلامی ملک یمن، انڈونیشیا، ملیشیا اور عراق وغیرہم بھی ہیں۔ دوسرے اسلامی ملک بھی عنقریب اس کو تسلیم کرلیں گے۔

بہرحال بنگلہ دیش ایک حقیقت بن چکا اس سے انکار کرنے والا یا تو عناد سے کام لے رہا ہے یا حقیقت سے بربنائے مصلحت چشم پوشی کرتا ہے یا پھر کسی "اشارۂ غیبی" کا منتظر۔۔۔۔

پیارے بچوں کا پیارا رسالہ
ماہنامہ جنت کا پھول رامپور
ایڈیٹر: جمیل محمودی۔ ایم۔ اے
◉ ہلکے پھلکے اسلامی مضامین ◉ نیکی پر ابھارنے والی مزیدار کہانیاں ◉ اخلاقی نظمیں ◉ تعمیری چٹکلے، ڈرامے، بھول بھلیاں اور پہیلیاں ◉ ذہنی تربیت کے لیے بچوں کی دلچسپی کی اور بہت سی چیزیں۔
ایجنٹ حضرات ایجنسی کے لیے لکھیں۔ خریدار صاحبان اپنے مقامی ایجنٹوں سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہمیں لکھیں۔
سالانہ چندہ: آٹھ روپے -/8 ایک پرچہ: پچھتر پیسے 75
منیجر ماہنامہ "جنت کا پھول" نیا تالاب۔ رامپور یو۔پی